جب تک ہے جاں

سباس گُل

سباس گل

آج پھر اسے آفس سے نکلتے نکلتے اچھی خاصی دیر ہوگئی تھی۔ پچھلے تین دن سے یہی ہو رہا تھا آفس میں کام بہت تھا زینب اکاؤنٹس کے شعبے میں تھی اور آج کل آڈٹ ہو رہا تھا وہ پریشان سی تیز تیز قدم اٹھاتی اپنے اسٹاپ پر پہنچی تو اس کی پریشانی میں یہ جان کر مزید اضافہ ہوگیا کے اس کی مطلوبہ بس نکل چکی ہے، دوسری بس کے انتظار میں اسے کھڑا ہونا بہت محال لگ رہا تھا، کلائی پر بندھی گھڑی پہ نظر ڈالی رات کے پونے آٹھ بج رہے تھے، بڑھتا ہوا اندھیرا شہر کے دن بدن بگڑتے حالات کی وجہ سے سڑکوں پر چھائی ویرانی اسے اندر ہی اندر خوف میں مبتلا کر رہی تھی، ٹھنڈ الگ بڑھتی جا رہی تھی، وہ آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی یکا یک ایک بائیک قریب سے گزری، اس پر تین لڑکے سوار تھے، بائیک پر سوار لڑکوں نے اکیلی لڑکی کو جو فٹ پاتھ پر کھڑے دیکھا تو بائیک پیچھے لے آئے، زینب اندر ہی اندر سہم گئی تھی، مگر بظاہر انجان بنی کھڑی رہی، لڑکوں نے سٹی بجا کر اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا مگر زینب نے توجہ نہ دی۔

''سن لو شہزادی ہم تم سے ہی مخاطب ہیں۔'' ایک لڑکے نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی تینوں کے بائیک سے نیچے اتر کر زینب کے قریب چلے آئے۔

''کہاں جانا ہے بلبل؟'' دوسرا لڑکا عامیانہ لہجے میں بولا۔

''مجھے گھر جانا ہے۔'' وہ بمشکل تمام بول پائی۔

''ہم لفٹ دے دیں۔'' تیسرا لڑکا اس کے چہرے پر نظریں گاڑھتے ہوئے بولا۔

''جی نہیں میری بس آتی ہی ہوگی۔'' وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

''ہاہاہا بس نہ آئی شہزادی اب تو بے بس ہی سمجھو تم خود کو۔'' پہلے لڑکے نے معنی خیز لہجے میں کہا اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی، زینب اندر تک سے کانپ کر رہ گئی۔

''ہٹیے میرے راستے سے مجھے گھر جانا ہے۔'' وہ تیز لہجے میں بولی تیزی سے آگے بڑھی تھی اور تینوں اس کے دائیں بائیں چلنے لگے۔

''ہمارے ساتھ چلو ہم گھر چھوڑ دیں گے تمہیں، جہاں اتنی دیر ہوئی ہے وہاں تھوڑی دیر اور سہی کچھ دیر ہمارے ساتھ بھی گزار لو پھر چلی جانا ڈارلنگ!'' پہلا لڑکا بے ہودگی سے بولا، وہ تیزی سے بھاگنے لگی سامنے سے ایک ٹیکسی آ رہی تھی اس کی لائیٹس دیکھ کر زینب نے ہاتھ ہلایا، لڑکے اس کے پیچھے تھے، ٹیکسی رکی اور ڈرائیور تیزی سے باہر نکل کر ان لڑکوں کی طرف آیا اور غصے سے بولا۔

''اوئے بے غیرتو کہاں لے جا رہے ہو اپنی بہن کو؟''

''بہن ہوگی یہ تیری ہماری تو...... اوف۔'' اس لڑکے کا جملہ مکمل نہیں ہو پایا تھا ٹیکسی ڈرائیور کا زوردار مکہ اس کا جبڑا ہلا گیا۔

''اوئے گڈو چل بھاگ ادھر پولیس کی گاڑی بھی آ رہی ہے مروائے گا کیا، چل جلدی۔'' دونوں لڑکے اسے کہتے ہوئے بائیک کی طرف

لپکے تھے اور مکہ کھانے والا لڑکا بھی جبڑے کو سہلاتا تیزی سے ان کی جانب دوڑا اور بائیک پر بیٹھتے ہی یہ جا وہ جا۔

''تم بھی بیٹھو ٹیکسی میں۔'' ڈرائیور نے زینب سے تیز لہجے میں کہا تو وہ سہمی ہوئی ہراساں سی ٹیکسی کی پچھلی نشست کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔

''کہاں جانا ہے؟'' ٹیکسی ڈرائیور نے

ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہی بیک مرر میں زینب کا سفید چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''گلشن اقبال۔'' وہ گلے میں تھوک نگلتے ہوئے بولی۔

''یہاں کیا کر رہی تھیں اس وقت؟'' وہ زینب سے ایسے سوال کر رہا تھا جیسے اسے جانتا ہو، زینب اتنی ڈر گئی تھی کے اسے اس وقت یہ شخص غیبی مدد محسوس ہو رہا تھا اور وہ جواب دیئے جا رہی تھی جیسے وہ بھی اس کو جانتی ہو۔

''مجھے آفس سے دیر ہو گئی تھی میری بس نکل گئی اور میں بس یا ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی تھی کہ وہ آوارہ لڑکے وہاں سے گزر رہے تھے مجھے دیکھ کر تنگ کرنے لگے۔''

''اتنی رات کو بیچ سڑک پر کھڑے ہو کے لفٹ مانگو گی تو ایک کی جگہ ایک درجن لڑکے آ جائیں گے لفٹ دینے کے لئے اور گھر تک چھوڑ کے آئیں گے۔'' وہ غصیلے لہجے میں بول رہا تھا۔

''آفس میں کام زیادہ تھا اس لئے نکلتے ہوئے دیر ہو گئی۔'' زینب نے اپنی بات دہرائی۔

''اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے یہ نوکری چھوڑ دو۔'' اس ڈرائیور کا لہجہ حاکمانہ اور کچھ سمجھاتا ہوا سا تھا۔

''یہ نوکری چھوڑ دی تو کیا کروں گی؟''

''دوسری نوکری۔'' وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بولا۔

''دوسری نوکری ملنا اتنا آسان ہے کیا؟''

''میں دوں گا تمہیں دوسری نوکری۔''

ڈرائیور نے بیک مرر میں زینب کا چہرہ جو سیاہ چادر کے ہالے میں چاند کی طرح چمک رہا تھا بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیسی نوکری؟''

''پہلے اپنے گھر پہنچ جاؤ بتاؤں گا پھر، تمہاری ماں پریشان ہو رہی ہو گی۔''

''آپ کو کیسے پتا کے میری ماں بھی ہے؟''

خاصا بچکانہ اور احمقانہ سوال تھا کرنے کے بعد زینب کو احساس ہوا تو وہ خود ہی خجل سی ہو گئی۔

''تو کیا بنا ماں کے پیدا ہو گئی تھیں؟'' وہ مسکراتے ہوئے بولا تو خجل سی باہر دیکھنے لگی اور آیت الکرسی پڑھنے لگی وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرائے گیا، اس کے چہرے پر پھیلی معصومیت خوف اور پریشانی نے عجیب سی کشش پیدا کر دی تھی اس کے سادہ سے خوبصورت چہرے میں۔

''کس طرف مڑنا ہے؟'' ڈرائیور نے پوچھا۔

''دائیں جانب یہاں سے۔'' زینب نے بتایا اس نے ٹرن لیا۔

''آپ کا نام کیا ہے؟'' زینب نے یونہی پوچھ لیا۔

''محمد علی اور تم...... زیبا۔'' وہ اپنا نام بتانے کے ساتھ ہی اس کا نام مشہور فلمی جوڑی محمد علی، زیبا کے ساتھ سیٹ کرتے ہوئے بولا۔

''نہیں زینب۔'' جانے کیوں زینب نے اپنا نام بلا جھجک بتا دیا، شاید محمد علی کی مدد اس کا دوستانہ اور بے تکلفانہ انداز اسے ایسے کہنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

''ہوں، نائس نیم۔'' محمد علی نے سراہا۔

''آپ پڑھے لکھے ہیں؟''

''بی بی اتنی انگریزی تو آج کل ایک ان پڑھ آدمی بھی بول لیتا ہے بٹ فار یو کائنڈ انفارمیشن میں نے ڈبل ایم اے کیا ہے، ایم اے اینڈ ہوں۔'' محمد علی کے اس انکشاف پر زینب دنگ رہ گئی۔

''تو یہ ٹیکسی کیوں چلاتے ہیں؟''

''گھر چلانے کے لئے۔''

''نوکری۔''

''نوکری ملی نہیں تو کیا کریں گھر کا چولہا جلانے کے لئے کچھ تو کرنا ہی تھا تو یہ کام کر لیا، نوکری کے لئے کوشش جاری ہے، انٹرویوز دے رکھے ہیں جب مالک کا کرم ہو گا نوکری بھی مل جائے گی تب تک یہ ٹیکسی ہی میری رزق روٹی کا ذریعہ ہے۔'' محمد علی نے سنجیدگی سے جواب دیا، زینب کو افسوس ہونے لگا وہ اچھا بھلا ہینڈسم شخص تھا گندمی رنگت دلکش نین نقش کا مالک اور اتنا پڑھا لکھا ہو کر ٹیکسی چلا رہا تھا، اس ملک میں بے روزگاری اور تعلیم یافتہ افراد کا بے روزگاری کی لائن میں کھڑا ہونا بلاشبہ ایک افسوسناک بات تھی، لمحہ فکریہ تھی ملک کے حکمرانوں کے لئے، زینب کو اپنی پریشانی کم محسوس ہو رہی تھی محمد علی کی کہانی سن کر وہ بنا ارادے کے مسلسل محمد علی کے چہرے کو دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی، اس کی نگاہیں محمد علی کو اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں وہ بول پڑا۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟ افسوس ہو رہا ہے یا ترس آ رہا ہے مجھ پر؟''

''نہیں تو۔'' وہ چونک کر بولی محمد علی مسکرا دیا اور گاڑی اس کے گھر کے قریب روک دی۔

''لو آ گیا تمہارا گھر اور ہاں آئندہ شام کے بعد گھر سے مت نکلنا۔'' محمد علی نے بتانے کے ساتھ ہی حکم بھی صادر کیا تھا، زینب کو غصہ تو آیا اس کے حاکمانہ لہجے اور انداز پر مگر ضبط کر گئی کہ یہ وقت نہیں تھا اس سے بحث کرنے کا اور پھر اس نے آج اس کی جان اور آن بچائی تھی اگر وہ وہاں نہ آتا تو جانے کیا کرتے وہ لڑکے اس کمزور سی لڑکی کے ساتھ، یہ سوچ کر ہی زینب کو جھرجھری آ گئی۔

''اب اترو بھی ادھر ہی بسنے کا ارادہ ہے کیا؟'' محمد علی کی آواز پر زینب شرمندہ سی ہو کر گاڑی سے اتر گئی وہ دروازہ کھولے کھڑا تھا اور زینب سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔

''شکریہ، کتنا کرایہ ہوا؟'' وہ اپنا شولڈر بیگ کھولتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''نیکی کی قیمت وصول کر لی جائے تو وہ نیکی نہیں رہتی، کاروبار بن جاتی ہے۔'' محمد علی نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''آپ نے مجھے ان آوارہ لڑکوں سے بچایا یہاں گھر تک بحفاظت پہنچایا، اس کے لئے بہت بہت شکریہ، مگر آپ بھی تو روزی روٹی کمانے کے لئے نکلے ہیں۔''

''کبھی کبھی نیکی بھی کما لینی چاہیے خدا حافظ۔'' محمد علی نے اس کی بات کا جواب دیا اور ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

''خدا حافظ۔'' زینب نے آہستہ سے کہا اور اپنے گھر کے دروازے میں دستک دی، جونہی وہ گھر میں داخل ہوئی دروازہ بند ہوا محمد علی بھی اپنی ٹیکسی آگے بڑھا کر لے گیا۔

''السلام علیکم!'' زینب نے زبیدہ بیگم اور زرین کو دیکھتے ہوئے سلام کیا، وہ اسی کی راہ دیکھ رہی تھی، اس کے آتے ہی ان کی جان میں جان آ گئی۔

''وعلیکم السلام! زینی بیٹی اتنی دیر کر دی آج میرا تو دل بیٹھا جا رہا تھا، ہول اٹھ رہے تھے، طرح طرح کے خیالات پریشان کر رہے تھے۔'' زبیدہ بیگم نے پریشان لہجے میں اپنی کیفیت بیان کی۔

''امی شہر کے حالات کا تو آپ کو پتا ہی ہے اور پھر میں نے بتایا تو تھا آپ کو کے آج کل آڈٹ ہو رہا ہے مجھی کو دیکھنا ہوتا ہے سارا کام اس لئے دیر ہو جاتی ہے، کل انشا اللہ ٹائم پر گھر آ جاؤں گی۔''

''تیری یہ عمر تو بیاہ کے گھر بسانے کی ہے اور تجھے نوکری کر کے گھر چلانے میں لگا دیا ہم نے۔'' زبیدہ بیگم دکھی لہجے میں کہا تو وہ بے چین ہوگئی۔

''امی آپ ایسا کیوں سوچتی ہیں آپ سب میرے اپنے ہیں آپ نے اور ابو نے ہی تو مجھے پڑھایا لکھایا اس قابل بنایا ہے، آج اگر میں نوکری کر کے چار پیسے گھر میں دے دیتی ہوں تو کوئی احسان تو نہیں کر رہی آپ پر اپنوں کے لئے ہی کام کیا جاتا ہے۔'' زینب نے نرمی سے سنجیدگی سے کہا تو وہ ممتا بھرے لہجے میں دعا دینے لگیں۔

''جیتی رہو، اللہ تیرا نصیب بہت اچھا کرے تیرے لئے کوئی نیک ہم سفر بھیج دے جو تجھے بیاہ کر لے جائے سدا خوش رکھے۔''

''آمین۔'' زرین نے کہا تو زینب کہنے لگی۔

''امی نیک سے یاد آیا آج ایک ٹیکسی ڈرائیور مجھے گھر تک ڈراپ کر کے گیا ہے کرایہ بھی نہیں لیا کہنے لگا نیکی کی قیمت وصول نہیں کی جاتی۔''

''ایسی کیا نیکی کر دی اس ڈرائیور نے آپ کے ساتھ؟'' زرین نے پوچھا تو وہ اس نے ساری بات بتا دی، زبیدہ بیگم کا تو دل دہل گیا۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے میری بچی بحفاظت گھر پہنچ گئی، بس تو یہ نوکری چھوڑ دے۔''

''محمد علی بھی یہی کہہ رہا تھا۔''

''کون محمد علی؟'' زرین نے متجسس ہو کر پوچھا۔

''وہی ٹیکسی ڈرائیور۔''

''ہاں تو ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا اتنی دور جانا پڑتا ہے اور واپسی پہ بھی رات ہو جاتی ہے کیسے کیسے شیطان مردود، بھیڑیے انسانوں کے روپ میں پھرتے ہیں گلیوں، بازاروں میں تجھے کیا پتا، اللہ کا شکر ہے اس نے عزت بچالی۔'' زبیدہ بیگم نے پریشان ہو کر کہا تو مسکراتے ہوئے بولی۔

''امی ہر روز تھوڑی دیر ہوگی کبھی کبھی دیر ہو جاتی ہے اور اللہ ہے نا میری حفاظت کرنے والا آپ پریشان نہ ہوں۔''

''کیسے پریشان نہ ہوں، جب تک تیری شادی نہیں ہو جاتی مجھے تو چین سے نیند بھی آئے گی۔''

''بس تو پھر دعا کریں کے میں کسی کا چین کسی کی نیند اڑا دوں اور وہ رشتہ لے کر یہاں آ جائے اور مجھے بیاہ کر لے جائے۔'' زینب نے مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا تو وہ فوراً بولیں۔

''آمین۔''

''امی آپ بھی نا۔'' وہ مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''آپی...... آپ منہ ہاتھ دھو کر فریش ہو جائیں میں آپ کے لئے کھانا گرم کر کے لاتی ہوں آج آپ کی پسند کا سالن بنا ہے قیمہ مٹر۔'' زرین نے کہا۔

''ہوں زبردست جلدی سے لے آؤ بہت بھوک لگ رہی ہے دوپہر بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔'' زینب نے مسکرا کر کہا اور کمرے میں چلی گئی۔

''میری بچی صبح سے رات تک کام کرتے بھاگتے دوڑتے ہلکان ہو جاتی ہے یا اللہ، ہماری مشکلیں آسان فرما دے، میری زینب کے لئے کوئی اچھا سا رشتہ بھیج دے۔'' زبیدہ بیگم نے پرنم لہجے میں دعا مانگی۔

☆☆☆

عبدالمجید اور زبیدہ بیگم کا تعلق متوسط طبقے سے تھا، دونوں کے تین بچے تھے، دو بیٹیاں اور

ایک بیٹا، زینب سب سے بڑی تھی اس سے تین سال چھوٹی ذرین تھی اور ذرین سے دو سال چھوٹا تھا عبداللہ، عبد المجید ایک گورنمنٹ ہائی اسکول میں ٹیچر تھے، زبیدہ بیگم گھریلو خاتون تھیں، زینب کو پڑھنے کا بہت شوق تھا اس نے بی ایس سی کیا تھا، میتھ اسٹیٹ اور اکنامکس کے ساتھ اور میتھ میں ماسٹرز کرنے کے بعد ایک سرکاری دفتر میں ملازمت کر لی تھی، تقریباً دو سال ہونے کو تھے اسے نوکری کرتے ہوئے پچیس ہزار تنخواہ تھی اور اس کی یہ تنخواہ ان کے گھر کے اخراجات کو پورا کرنے اور اس کے جہیز کے لئے کچھ بنانے میں بہت مددگار ثابت ہو رہی تھی۔

زینب چوبیس سال کی ہونے والی تھی، جبھی زبیدہ بیگم کو اس کی شادی کی فکر کھائے جا رہی تھی کیونکہ زینب کے پیچھے ذرین بھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی، ذرین ایم اے کر رہی تھی اس سے چھوٹا عبداللہ ایف ایس سی میں تھا، پانچ مرلے کے گھر میں مقیم یہ پانچ افراد آپس میں پیار محبت سے رہتے تھے، زبیدہ بیگم نے گھر کو بہت سلیقے سے چلا رکھا تھا مگر بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بیماری نے بچوں کے تعلیمی اخراجات نے انہیں مجبور کر دیا تھا، بیٹی کو ملازمت کی اجازت دینے پر زینب کی تنخواہ سے زبیدہ بیگم نے زینب کے جہیز کے لئے کافی چیزیں خرید رکھی تھیں، عبد المجید صاحب کی ریٹائرمنٹ میں ابھی دو سال باقی تھے اور وہ اس دوران ہی اپنی بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے، ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی تھی، زبیدہ بیگم کو ہائی بلڈ پریشر اور شوگر جیسے موذی مرض نے گھیر رکھا تھا، زینب کے لئے کئی رشتے آئے تھے، سگے ماموں، تایا کے بیٹوں کے رشتے بھی آئے تھے مگر ان کی نظر زینب کی نوکری اور تنخواہ پر تھی اور یہ بات زینب کو قطعاً پسند نہیں تھی کہ کوئی شخص اسے اس کی ملازمت کی وجہ سے بیاہ کر لے جائے اس کی تنخواہ پر کمائی پر نظر رکھے لہٰذا اس نے صاف انکار کر دیا تھا اور زبیدہ بیگم اور عبد المجید صاحب کو بھی اس کے انکار پر اعتراض نہ ہوا تھا کیونکہ وہ بھی اس کے ہم خیال تھے، وہ اپنی قابل اور محنتی بیٹی کو کسی لالچی اور خود غرض شخص کے پلے نہیں باندھنا چاہتے تھے۔

''آپی وہ دیکھنے میں کیسا تھا؟'' وہ سونے کے لئے لیٹی تو ذرین نے مسکراتے ہوئے پوچھا وہ دونوں ایک ہی کمرے میں سوتی تھیں۔

''کون؟'' زینب نے نا سمجھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''وہی نیک ٹیکسی ڈرائیور محمد علی واہ جی نام بھی معلوم کر لیا ذرا سے سفر میں اور کیا کیا پتا چلا اس کے بارے میں؟'' ذرین نے شرارتی انداز میں مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔

''وہ ڈبل ایم اے ہے ایم ایڈ ہو کر جاب کے لئے جوتیاں گھسا رہا ہے ابتک اور گھر چلانے کے لئے ٹیکسی چلاتا ہے۔'' زینب نے اس کی شوخی اور شرارت کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے بتایا تو ذرین نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''شکر ہے کسی غلط کام میں نہیں پڑ گیا ورنہ اس بے روز گاری نے تو نوجوانوں کو منفی سر گرمیوں کی طرف راستہ دکھا دیا ہے، دہشت گردی کا شکار یہ بے روزگار نوجوان بھی ہوتے ہیں جنہیں پیسوں کا جنت کا لالچ دے کر وہ جو چاہتے ہیں کروا لیتے ہیں، برین واشنگ کر دیتے ہیں ان کی۔''

''ہاں اچھا بس اب سو جاؤ، مجھ بھی سونے دو میں بہت تھک گئی ہوں۔'' زینب نے جمائی لیتے ہوئے نیند میں ڈوبے لہجے میں کہا۔

''اچھا مگر یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں کے وہ محمد علی ڈرائیور مسٹر ایم اے ایم ایڈ دیکھنے میں کیسا تھا؟'' ذرین نے مسکراتے شوخ لہجے میں پھر سے سوال کیا۔

''پریشانی اور خوف کے مارے میرا برا حال تھا اس صورتحال میں مجھے ہوش ہی کہاں تھا اس کے سراپے پہ نظر دوڑانے کا۔''

''پھر بھی چہرہ تو دیکھا ہی ہو گا۔'' ذرین بضد تھی۔

''ہاں مگر میں نے دھیان نہیں دیا تھا ٹھیک ہی تھا جیسا ہوتا ہے ایک مرد کا چہرہ کلین شیو تھا اور قد کافی لمبا تھا اس سے زیادہ مجھے یاد نہیں ہے اور پلیز اب سونے دو مجھے۔''

''بس ایک سوال۔''

''ذری!''

''وہ ابا کی عمر کا تھا، سمجھی سو جا اب۔'' زینب نے اس کے سوالوں سے بچنے کے لئے کہا تو ذرین کی شوخی اس کا تجسس ختم ہو گیا منہ بن گیا۔

''ابا کی عمر کا، خود ہی تو کہہ رہی تھیں جوان ہے۔''

''جذبہ جوان ہے اس کا اس عمر میں بھی۔'' زینب نے کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

''ہوں میں سمجھ گئی آپ کو واقعی بہت نیند آ رہی ہے جبھی ایسا کہہ رہی ہیں چلیں نہیں تنگ کرتی آپ کو مزید سوالات نہیں ہوں گے، آپ سو جائیں شب بخیر۔''

''شب بخیر۔'' زینب نے جواباً کہا اور آنکھیں موند لیں۔

اچانک ہی زبیدہ بیگم کی طبیعت خراب ہوئی تھی، انہیں ایمرجنسی لے جانا پڑ گیا تھا، آج اتوار تھا، چھٹی ہونے کی وجہ سے زینب بھی گھر پہ ہی تھی، وہ اور ابا عبد المجید فوراً ہی زبیدہ بیگم کو ٹیکسی میں ہسپتال لے گئے تھے، ان کا بلڈ پریشر بہت ہائی ہو گیا تھا شوگر بھی اچانک بڑھ گئی تھی وہ بے ہوش ہو گئیں تھیں، بہت پرہیز کر رہی تھیں اس کے باوجود شوگر ہائی ہو گئی تھی، عبد المجید بہت فکر مند تھے، زینب دل ہی دل میں ماں کی صحت و سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی، زبیدہ بیگم کو شام تک ہوش آ گیا تھا، ڈاکٹر نے کچھ دوائیں لکھ دی تھیں، زینب نے نسخہ لے لیا۔

''زینی بیٹی تم ماں کے پاس ٹھہرو میں دوائیں لے کر آتا ہوں۔'' عبد المجید صاحب نے زینب سے کہا تو وہ کہنے لگی۔

''نہیں ابا آپ امی کے پاس رک جائیں دوائیں میں لے آتی ہوں، میڈیکل سٹور یہاں پاس ہی ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے دھیان سے جانا۔''

''جی اچھا۔'' وہ اپنا شولڈر بیگ کندھے پر ڈالے باہر نکل آئی، چھٹی کا دن تھا پھر بھی کافی رش تھا، لوگ چھٹی کے دن ہفتے بھر کی خریداری کے لئے نکلے ہوئے تھے، زینب سڑک پار کرنے لگی کے ایک لڑکا بائیک سے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرنے لگا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے ہٹو میرے راستے سے۔'' وہ پریشان تو تھی ہی غصے میں بھی آ گئی اور تیز سخت لہجے میں کہا تو وہ خباثت سے ہنس کر بولا۔

''اوئے ہوئے اتنا غصہ، ذرا پیار سے بات کر لو جانم۔''

''چٹاخ۔'' اچانک ایک زور دار تھپڑ اس بائیک سوار کے گال پر پڑا تھا، مگر یہ تھپڑ زینب نے نہیں مارا تھا بلکہ محمد علی نے مارا تا، جو اتفاقاً وہاں سے گزر رہا تھا اور زینب کو دور سے ہی دیکھ لیا تھا اس نے اور وہیں دوڑا چلا آیا تھا خود بخود کیوں؟

یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا اس وقت وہ کسی فرشتے سے کم نہیں لگا وہ زینب کو اس نے متشکر نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''کیا بات کرنی ہے آؤ مجھ سے کرو پیار سے بات بس ایک بات ہی کافی ہے یا دو چار اور کروں پیار بھری باتیں؟'' محمد علی نے اس لڑکے کا گریبان پکڑ کر غصیلے اور خونخوار لہجے میں کہا وہ خوف سے کانپنے لگا، محمد علی کا مضبوط کسرتی بدن دیکھ کر اس کی تو ہوا ہی نکل گئی تھی اور زینب تیزی سے میڈیکل سٹور کی جانب بھاگ گئی تھی، اسے امی کی دوائیں لینی تھیں۔

''س......سوری۔'' وہ لڑکا بمشکل بولا تھا۔

''سوری کے مامے حوالات نہ پہنچا دوں تجھے جہاں ہوا اور لات دونوں کھانے کو ملیں گی اور پولیس والے پیار بھری باتیں بھی خوب کریں گے۔'' محمد علی نے دانت پیستے ہوئے۔

''چل دفعہ ہو جا یہاں سے ورنہ ہڈی پسلی توڑ دوں گا پھر اسی ہسپتال میں اپنی ہڈیاں جڑواتا نظر آئے گا۔'' محمد علی نے غصیلے لہجے میں کہا وہ موٹر سائیکل گھسیٹتا ہوا تیزی سے آگے دوڑا تھا اور کافی دور لے جا کر بائیک اسٹارٹ کی اور بھیڑ میں گم ہو گیا، محمد علی نے گردن گھما کر دائیں جانب دیکھا اس کی آنکھیں زینب کو ڈھونڈ رہی تھیں، اچانک ہی وہ اسے میڈیکل اسٹور سے باہر نکلتے ہوئے دکھائی دی تو جیسے آنکھوں کی روشنی بڑھ سی گئی تھی اسے دیکھ کر، زینب نے بھی اسے دیکھ لیا تھا، چلتی ہوئی اس کے قریب پہنچی تو وہ یکدم ہی اس پر برس پڑا۔

''کہا تھا نا آئندہ شام کے بعد گھر سے باہر مت نکلنا، پڑ گئیں نا پھر سے مصیبت میں۔''

''مصیبتوں نے تو شاید ہمارے گھر کا رستہ ہی دیکھ لیا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے جواب دیتی آگے بڑھی تھی۔

''بہت آسان رستہ لگتا ہے جو تمہارے گھر کو جاتا ہے۔''

''مذاق اڑا رہے ہو۔'' وہ چلتے چلتے اس کی طرف دیکھ کر دکھی ہو کر بولی تو وہ نرمی سے گویا ہوا۔

''نہیں یہ کہنا اور سمجھانا چاہ رہا ہوں کے زندگی میں دکھ پریشانی بیماری غم خوشی سب ساتھ ساتھ چلتا ہے اس سے انسان کو ہمت نہیں ہارنی چاہیے، دلبرداشتہ نہیں ہونا چاہیے، مایوسی کو دل و دماغ میں جگہ نہیں دینی چاہیے۔''

''ہوں، ٹھیک کہا تم نے۔''

''ویسے تم اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں؟''

''امی کی دوا لینے آئی تھی دوپہر میں اچانک ان کی حالت بگڑ گئی تھی، انہیں ایمرجنسی لے جانا پڑا۔'' زینب نے سپاٹ اور تھکے تھکے لہجے میں جواب دیا۔

''اوہ ویری سیڈ تو مجھے فون کر دیا ہوتا۔''

''آپ کو؟'' زینب نے حیرانگی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

''ہوں، مجھے۔''

''کس ناطے سے؟'' زینب نے اسی حیرت میں ڈوبے لہجے میں سوال کیا۔

''اور آپ کا فون نمبر بھی میرے پاس نہیں تھا۔''

''فون نمبر تم ابھی لے لو اور ناطہ۔'' وہ چلتے چلتے رک کر اس کا سندر چہرہ دیکھنے لگا۔

''چاہو تو ابھی جوڑ لو۔''

''کیسا ناطہ؟''

''جو تمہیں مناسب لگے دوست بنا لو یا۔''

''یا؟'' زینب کے حواس چوکنا ہو گئے۔

''تین کلمے پڑھوا لو میرے ساتھ۔''

''واٹ؟'' زینب یوں اچھلی تھی جیسے اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو، نہایت غصیلے لہجے میں بولی تھی وہ۔

''دماغ تو درست ہے تمہارا، ذرا سی لفٹ کیا لے لی، لڑکوں کو کیا بھگا دیا تم تو پھیلتے چلے جا رہے ہو، اپنے آپے میں رہو مسٹر ٹیکسی ڈرائیور، نہیں چاہیے تمہارا احسان اور تمہاری یہ ہمدردی گیٹ لاسٹ۔''

''اوہو کیا بات ہے اب تو بڑی انگریزی نکل رہی ہے زبان سے جب وہ آوارہ لڑکے لفٹ دے رہے تھے تو محترمہ کی زبان پر یہ بڑے بڑے تالے پڑ گئے تھے، نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔'' محمد علی نے اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

''سب جانتی ہوں میں تمہاری نیکی کو پرانی فلموں کا گھسا پٹا سین کروا کے اپنے ہی بھیجے ہوئے آوارہ لڑکوں کے ذریعے لڑکی کو پریشان کروایا، پھر جان بچانے کا ڈرامہ رچا کر خود کو ہیرو ثابت کرنا چاہ رہے ہو نا۔''

''اے اے ہوش کے ناخن لو لڑکی! زبان کو لگام دو میری بے عزتی مت کرو ورنہ۔'' محمد علی نے سخت لہجے میں کہا وہ بہت ضبط کر رہا تھا اس وقت اس کی باتوں نے اس کی غیرت اور خلوص پر چابک مارا تھا، شک کا کوڑا رسید کیا تھا، وہ بلبلا اٹھا تھا۔

''ورنہ کیا؟'' زینب کا دماغ تپا ہوا تھا، غصے سے بولی تو اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''تم بیوقوف بھی ہو اور کم عقل بھی اس لئے معاف کر رہا ہوں ورنہ تمہاری اس ورنہ کا ایسا جواب دیتا کہ تمہیں سمجھ آ جاتا کہ ورنہ......کیا؟''

''ہونہہ۔'' زینب نے نخوت سے کہا اور تیزی سے ہسپتال کے گیٹ سے اندر داخل ہو گئی۔

''اچھلے بھلے موڈ کا ستیاناس کر دیا، سڑک چھاپ آوارہ لڑکوں سے تو خود کو بچا نہیں سکتیں، الٹا مجھے باتیں سنا رہی ہے، ساری بہادری مجھی کو دکھا گئی اسٹوپڈ گرل۔'' محمد علی کی ٹیکسی وہیں ہسپتال کے باہر کھڑی وہ ٹیکسی سے ٹیک لگائے کھڑا خود کلامی کر رہا تھا، نگاہیں وہیں مرکوز تھیں، جہاں تھوڑی دیر پہلے زینب گئی تھی۔

سوچا تھا پیار نہ کریں گے
ہم نہ کسی پہ مریں گے
لیکن وہ کالی آنکھیں شرمانے والی آنکھیں
لے گئیں دل کا قرار

محمد علی گنگنا رہا تھا، پھر خود ہی کہنے لگا۔

''شرمانے والی آنکھیں کہاں؟ اس کی تو کھا جانے والی آنکھیں ہیں، سالم نگل لیں آدمی کو، اور پتا بھی نہ چلے۔'' اس کی آنکھوں کے سامنے زینب کی صورت سجی تھی۔

''او شٹ، یہ میں کس راستے پر چل نکلا ہوں؟'' وہ خود ہی سوال جواب کر رہا تھا۔

''محبت کے راستے پر۔'' دل نے سرگوشی کی تو اس کے لب مسکرانے لگے۔

''بیٹا، گلشن اقبال چلو گے۔'' عبدالمجید صاحب نے ٹیکسی کے قریب آ کر اس سے پوچھا تو وہ تیزی سے پیچھے آواز کی سمت گھوم گیا۔

''ارے سر آپ، السلام علیکم! سر آپ سر مجید ہیں ناں سر عبدالمجید۔'' محمد علی نے انہیں دیکھا تو اس کی آنکھوں میں شناسائی کی چمک در آئی اور وہ بہت پرجوش لہجے میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''جی ہاں بیٹا میں عبدالمجید ہوں مگر آپ کون؟ میں نے آپ کو پہچانا نہیں بیٹا کیا آپ

میرے اسٹوڈنٹ ہو؟'' عبدالمجید صاحب نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''جی سر! میں نے آپ کے اسکول سے ہی میٹرک کیا تھا، آپ میٹرک میں میرے کلاس ٹیچر تھے، میں محمد علی ہوں سر آپ کو یاد ہے میں بورڈ کے امتحان میں، میں نے ٹاپ کیا تھا۔''

''ارے ہاں ہاں یاد آ گیا محمد علی ماشا اللہ بھئی تم تو بہت خوبرو نوجوان بن گئے ہو میں تو پہچان ہی نہ پایا تمہیں کیسے ہو کیا کرتے ہو؟'' عبدالمجید نے اسے پہچان لیا تھا اس سے بغل گیر ہوتے ہوئے پوچھا۔

''الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں سر اور کیا کرتا ہوں آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔''

''کیا تم ٹیکسی چلاتے ہو؟'' عبدالمجید صاحب نے حیرت اور افسوس سے اسے دیکھا تھا۔

''جی ہاں سر! جاب ابھی تک ملی نہیں سو یہی ذریعہ معاش اپنا لیا، پیٹ بھی تو بھرنا ہے نا سر۔''

''ہاں میاں یہ تو ہے اس مہنگائی میں دو وقت کی روٹی کمانا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے، اللہ تمہاری تعلیمی قابلیت کے مطابق تمہیں اچھی سی ملازمت عطا فرمائے، تمہاری مشکلیں آسان کرے، جیتے رہو بیٹا، رزق حلال کما رہے ہو اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے، بس کبھی مایوس مت ہونا اللہ پاک ضرور تمہاری قابلیت کے حساب سے تمہیں نوازے گا۔''

''انشا اللہ تھینک یو ویری مچ سر، بس آپ کی دعائیں چاہئیں۔''

''جیتے رہو۔'' عبدالمجید صاحب نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے دعا دی۔

''سر! آپ یہاں کیسے سب خیریت ہے نا؟''

''بیٹا! بیگم صاحبہ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اب الحمدللہ بہت بہتر ہے ڈاکٹر نے گھر لے جانے کی اجازت دے دی ہے اسی لئے میں ٹیکسی روکنے آیا تھا۔'' انہوں نے سنجیدگی سے بتایا تو وہ مودب انداز میں بولا۔

''سر! میں حاضر ہوں میری ٹیکسی حاضر ہے آپ آنٹی کو لے آئیں میں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں گا۔''

''اچھا بیٹا! خوش رہو میں ابھی ان دونوں ماں بیٹی کو لے کر آتا ہوں۔'' عبدالمجید صاحب کی واپسی زبیدہ بیگم اور زینب کے ہمراہ ہوئی تو زینب اور محمد علی ایک دوسرے کو دیکھ کر اس اتفاق پر حیران رہ گئے، عبدالمجید صاحب نے محمد علی کا تعارف ان دونوں سے کروایا تو زبیدہ بیگم نے اسے دعا دی سر پہ ہاتھ پھیرا، جبکہ زینب منہ بسورے ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر زبیدہ بیگم کے ساتھ بیٹھ گئی، محمد علی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی اور برابر والی سیٹ پر ابا بیٹھ گئے تھے، محمد علی کے تو دل کی کلی کھل گئی تھی جانے کیوں اسے ایک عجیب سی خوشی ہو رہی تھی، یہ جان کر کے زینب اس کے اسکول ٹیچر کی بیٹی ہے۔

''علی بیٹا! اندر آ جاؤ چائے پی کر جانا۔''

''تھینک یو سر! پھر کبھی سہی، آپ ابھی تھک گئے ہوں آپ لوگ آرام کریں انشا اللہ پھر ملاقات ہو گی۔'' محمد علی نے مہذب انداز میں منع کر دیا۔

''ارے نہیں ایسے کیسے ہو سکتا ہے تم اتنے سالوں بعد ملے ہو اور میں تمہیں اپنے گھر سے بنا کچھ کھلائے پلائے جانے دوں گا تو مجھے افسوس ہو گا۔'' عبدالمجید صاحب نے محبت سے خلوص سے کہا جبکہ زینب کا منہ بن گیا تھا اور محمد علی کن اکھیوں سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ چکا

تھا، اس کی بے زاری کو وہ سمجھ رہا تھا۔

''کوئی بات نہیں سر، میں انشا اللہ پھر کسی دن آؤں گا چائے کھانا ادھار رہا، چلتا ہوں۔''

''بیٹا پیسے تو لیتے جاؤ۔''

''سر بیٹا بھی کہہ رہے ہیں اور غیروں جیسی باتیں بھی کر رہے ہیں آپ میرے استاد ہیں میں آپ سے ٹیکسی کا کرایہ لوں یہ مجھے زیب نہیں دیتا۔'' محمد علی نے خلوص اور ادب سے کہا۔

''اگر آپ اسی طرح کرایے پیسے چھوڑتے رہے تو نہ ٹیکسی چلے گی اور نہ گھر، روز روز کی نیکی بھی نفع نہیں دیتی۔'' زینب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں؟ اس روز اس سے بھی تو پیسے نہیں لئے تھے اس نے۔

''آپ کیا جانیں بعض نقصان بھی بہت نفع بخش ہوتے ہیں۔'' اس نے معنی خیز جواب دیا اور اللہ حافظ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا، وہ اس کی بات کا مطلب سمجھنے میں الجھ سی گئی تھی۔

''اوہو تو یہ تھے مسٹر محمد علی واؤ آپی بندہ تو بہت شاندار ہے، مفت میں گھر چھوڑ جاتا ہے، آپ نے خواہ مخواہ بے چارے کو الٹی سیدھی سنا دیں، دیکھیں تو سہی کیسے فلمی ہیرو کی طرح آپ کو بچانے عین وقت پہ پہنچ جاتا ہے، مجھے لگتا ہے کہ رب نے بنا دی جوڑی آپ دونوں کی۔'' ذرین کو اس نے آج کا واقعہ سنایا تو وہ پر جوش ہو کر بولی۔

''ہم لڑکیوں کی یہی تو بے وقوفی ہے کہ جہاں کسی لڑکے نے مسکرا کر ہیلو کہہ دیا، دو میٹھے بول بول دیئے وہیں پٹ سے آنکھ بند کر کے اس پر یقین کر لیا اور دیکھنے لگیں اس کے ساتھ کے سپنے۔'' زینب نے اپنے لمبے گھنے سیاہ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے کہا تو ذرین نے منہ بسور لیا۔

''یہی آپ تو اپنے مضامین کی طرح ڈل اور ڈرائی ہو گئی ہیں یہ حساب کتاب کرتے کرتے نا آپ کو محبت کی الف ب بھی بھول گئی ہے، زندگی میں تھوڑا رومینس بھی تو ہونا چاہیے نا، اچھا بھلا ڈیشنگ بندہ دیکھ کے تو دل میں خود بخود گدگدی سی ہونے لگتی ہے۔''

''اچھا تو کیا خیال ہے کروں ابا اور امی سے بات کہ آپ کی بیٹی کا دل آ گیا ہے اس ٹیکسی ڈرائیور پر اسے۔''

''او پلیز آپی! میں آپ کی بات کر رہی ہوں، آپ مجھے بلاوجہ بیچ میں نہ گھسیٹیں وہ آپ سے اتفاقاً ٹکراتا رہا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ آپ کے بارے میں ہی سوچے گا نا۔'' ذرین نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے کہا۔

''کیوں سوچے گا میرے بارے میں؟''

''یونہی دماغ خراب جو ہوا ہے بے چارے کا۔'' ذرین نے چڑ کر جواب دیا تو وہ آنکھیں نکالنے لگیں۔

''ذری!''

''آپ بس جمع تفریق کریں، دو اور دو چار کریں، پیار نہ کریں، دو اور دو پیار بھی ہو سکتے ہیں مگر آپ کو اس سے کیا؟ ان رومینٹک گرل۔'' ذرین نے اس قدر مایوس کن اور خفا خفا سے لہجے میں کہا کے زینب کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

☆☆☆

زبیدہ بیگم کی طبیعت اب بہتر تھی لیکن زینب نے آج آفس سے چھٹی کر لی تھی، گھر کے کاموں سے فارغ ہو کر وہ نہا کر نکلی تو محمد علی کو زبیدہ بیگم کے پاس بیٹھے پایا۔

''لو جی دوسرے ہفتے ہی چلے آئے موصوف۔'' زینب نے اسے دیکھتے ہی آہستہ سے کہا اور واپس پلٹ گئی، وہ اس کی پشت پر لہراتے بالوں کو دیکھ چکا تھا سمجھ گیا تھا کہ یہ زینب ہی

ہے۔

''یہ پھر چلا آیا۔'' اس نے ذرین سے کہا۔

''صبر نہیں ہوا ہوگا نا بے چارے سے۔'' ذرین نے شرارت سے کہا اور ہنس دی۔

''مٹھائی کا ڈبہ بھی لایا ہے۔'' ذرین نے بتایا۔

''کس خوشی میں؟''

''کالج میں جاب مل گئی ہے جناب کو۔''

''چلو اچھا ہے اس کی محنت تو وصول ہوئی اب سارا دن سڑکوں پر نہیں پھرے گا روزی روٹی کے لئے۔'' زینب نے سنجیدگی سے کہا مگر دل تو خوشی سے جھوم اٹھا تھا، اس کو ملازمت ملنے کا سن کر ہی اور وجہ وہ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی۔

''ابا بھی آ گئے ہیں کوئی خاص بات کر رہا ہے امی ابا سے۔''

''سنو تو جا کر کیا باتیں ہو رہی ہیں؟''

''میں کیوں جاسوسی کروں خود ہی جا کر سن لیں، سلام تو کر آئیں علی بھائی کو۔'' ذرین نے کہا۔

''اوہو بھائی بھی بنا لیا اسے۔''

''دولہا بھائی بننا چاہ رہے ہیں وہ ہمارے۔'' عبداللہ نے اس کے کمرے میں آ کر انکشاف کیا۔

''کیا؟'' وہ دونوں حیرت سے ایک ساتھ بولیں۔

''ہاں آپی! مجھے تو علی بھائی بہت اچھے لگے ہیں، ان کے ماں باپ کی ڈیتھ ہو چکی ہے چھ مرلے کا ذاتی گھر ہے وہ بھی ڈبل اسٹوری، جاب بھی مل گئی ہے اب اور اب وہ چاہتے ہیں کہ انہیں آپ جیسی خوبصورت لڑکی بھی بیوی کے روپ میں مل جائے۔''

''سچی تو سچ کہہ رہا ہے نا۔'' ذرین خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے بولی تو وہ شرارت سے بولا۔

''نہیں مذاق کر رہا تھا، تم لڑکیاں بھی نہ کتنا خوش ہوتی ہو اپنی شادی کی بات سن کر۔''

''بکواس بند کرو اچھا۔'' ذرین نے اسے کشن اٹھا کے مارا تھا، وہ ہنستا ہوا باہر بھاگا۔

''ذینی۔'' زبیدہ بیگم اسے آواز دیتی ہوئی کمرے میں چلی آئیں، گلابی کاٹن کے سوٹ میں وہ بہت نکھری نکھری لگ رہی تھی۔

''جی امی!''

''بیٹا! فریج میں سے کباب نکال کر فرائی کر لو اور میٹھے میں سویاں بنا لو جلدی سے پلاؤ تو آج تم نے پکایا ہی ہے، علی دوپہر کا کھانا ہمارے ساتھ کھائے گا۔'' زبیدہ بیگم نے جلدی جلدی ہدایات دیں، ان کے چہرے پہ خوشی کے رنگ بکھرے تھے، لب مسکرا رہے تھے۔

''موصوف نے تو ہمارے گھر کا رستہ ہی دیکھ لیا ہے۔'' زینب نے بیزاری سے کہا ابھی نہا کر آئی تھی اور اب پھر کچن میں جانا پڑ رہا تھا محمد علی کی وجہ سے جبھی وہ جھلا گئی تھی۔

''بری بات ہے ایسا نہیں کہتے، مہمان تو اللہ کی رحمت ہوتا ہے اور علی تو اب اس گھر کا داماد بننے والا ہے، اکیلا ہے وہ تمہارا ہاتھ مانگنے آیا ہے۔'' زبیدہ بیگم نے خوشی سے لبریز لہجے میں بتایا تو زینب کے چہرے پر آپ ہی آپ حیا کے رنگ بکھر گئے۔

کھانا تیار تھا، زینب نے عبداللہ سے کہہ کر میز پر لگوا دیا تھا۔

''یہ ایکدم سے میرا رشتہ لے کر کیوں آ گیا؟''

''اور امی ابا نے مجھ سے میری مرضی تک معلوم نہیں کی؟''

''میری شادی کے بعد گھر کا خرچ کیسے چلے گا؟''

''میں ایسے کیسے اس شخص سے شادی کر لوں؟''

''نجانے وہ کیا سوچ کر میرا رشتہ مانگنے آیا ہے؟''

''ٹھیک ہے وہ ابا کا شاگرد تھا کسی زمانے میں مگر وہ آج کیا ہے؟ کون ہے؟ کیسے ماحول میں رہتا ہے؟ یہ سب جاننا بھی تو بہت ضروری ہے امی اور ابا اسے ایکدم سے تو ہاں نہیں کریں گے۔'' زینب کچن میں کھڑی چائے بنا رہی تھی اور اس کے دماغ میں سوالات سر اٹھا رہے تھے۔

''ایکسکیوزمی۔'' محمد علی کی آواز پر وہ چونک کر مڑی تھی اور اسے کچن کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر جلدی سے اپنا دوپٹہ سر پہ اوڑھا تھا، کھلتی چمپی رنگت والی سیاہ آنکھوں اور دلکش خدوخال سے مزین سراپے پہ ڈھلی زینب سیدھی علی کے دل میں اتر گئی تھی۔

''مجھے ہاتھ دھونے ہیں۔'' محمد علی نے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

''دھولیں۔'' زینب نے سنک کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اندر آ کر ہاتھ دھو لئے، زینب نے سپاٹ لہجے میں اس سے پوچھا۔

''اور اب آپ مجھے یہ بتایئے کہ آپ ہاتھ دھو کے میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟''

''مطلب؟'' وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔

''آپ نے تو میرے گھر کا رستہ ہی دیکھ لیا ہے، چاہتے کیا ہیں آپ؟''

''میں چاہتا ہوں کہ آپ کے دل کا رستہ بھی دیکھ لوں۔'' وہ مسکراتے ہوئے بڑے مودب لہجے میں بولا وہ ٹپٹا گئی۔

''واٹ؟''

''شادی کرنا چاہتا ہوں تم سے۔''

''کیوں؟'' زینب نے دل کو سنبھالا۔

''کیونکہ تم مجھے اپنی سادگی اور معصومیت سمیت بھا گئی ہو۔''

''بس یہی وجہ ہے مجھ سے شادی کرنے کی چاہ کے پیچھے؟'' زینب نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ شوخ لہجے میں بولا۔

''تو اور کیا کہوں کے میں تمہارے عشق میں چاروں شانے چت ہو گیا ہوں؟''

''میں نے ایسا تو نہیں کہا۔'' وہ بلش ہو گئی وہ مسکرا رہا تھا، زینب نے دیکھا اس کی مسکراہٹ دل میں ہلچل مچانے کو کافی تھی۔

''لیکن یہی سچ ہے۔'' محمد علی نے دھیمے اور محبت پاش لہجے میں کہا تو وہ ہکا بکا سی اسے دیکھنے لگی، اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی اور علی کو اس کی آنکھیں پڑھنا آ گئیں تھیں، مسکراتے ہوئے نرم مدھم لہجے میں محبت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں زینب یقین کر لو، اس رات جب اتفاقاً تم مجھے ان آوارہ لڑکوں کی بدتمیزی سے پریشان بھاگتی ہوئی ملی تھیں، تب سے میں ایک لمحے کو بھی تمہیں بھلا نہیں پایا تھا، نجانے کیوں مجھے تم اپنی اپنی سی لگی تھیں، جبھی میں تم پر برس پڑا تھا اور تمہیں نصیحت اور ہدایت کرنے سے بھی نہیں ہچکچایا تھا، میری آنکھوں کی پتلیوں میں تمہارا چہرہ، تمہاری صورت ثبت ہو گئی تھی، نہیں بھول پایا میں ایک پل کو بھی نہ بھول پایا تمہیں اور دل سے دعا کرنے لگا کہ تم مجھ ایک بار مل جاؤ تو میں تمہیں دوبارہ کہیں جانے نہیں دوں گا، تمہارے گھر کا راستہ معلوم تھا لیکن میں تمہیں دل کے راستے سے

پانا چاہتا تھا، میرا جذبہ سچا تھا، جبھی تو تم مجھے میڈیکل سٹور کے قریب نظر آ گئیں، تمہارا میری زندگی میں آنا میرے لئے بہت مبارک ثابت ہوا ہے دیکھو مجھے کالج میں لیکچرار شپ مل گئی ہے اور میں دوڑا چلا آیا ہوں تمہارے والدین کے پاس تمہارا ہاتھ مانگنے۔"

"صرف ہاتھ۔" وہ اس کے جذبوں، باتوں اور آنکھوں سے چھلکتی محبتوں کی سچائی پر یقین کرتے ہوئے شرمیلے پن سے مسکرا کر بولی۔

"اوں ہوں دل بھی چاہیے۔" محمد علی نے شوخ لہجے میں کہا تو وہ شرماتے مسکراتے ہوئے بولی۔

"دل تو ایک شرط پہ ملے گا آپ کو۔"

"مجھے ہر شرط منظور ہے کہو تو۔"

"آپ مجھ سے کبھی دغا نہیں کریں گے، بے وفائی نہیں کریں گے جیسے پہلے مجھے دو بار آوارہ لڑکوں سے بچایا اسی طرح ساری زندگی میرے محافظ بن کر رہیں گے، میری عزت پر کبھی کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔" زینب نے سنجیدہ مگر دھیمے لہجے میں کہا۔

دل دے دیا ہے جان تجھے دیں گے
دعائیں کریں گے صنم رب دی قسم یارا رب دی قسم

جواب میں محمد علی نے یہ گیت گنگنا دیا تو وہ ہنس پڑی۔

"تو میں ہاں سمجھوں۔"

"نہیں۔"

"کیوں؟" وہ بے کل ہوا اسے زبیدہ بیگم اور عبدالمجید صاحب نے ہی زینب سے بات کرنے کی اجازت دی تھی، جبھی وہ اطمینان سے کچن میں کھڑا تھا۔

"سب سے اہم بات جو مجھے آپ سے کرنی ہے وہ یہ ہے کہ میں جاب نہیں چھوڑوں گی کیونکہ مجھے اپنی فیملی کو سپورٹ کرنا ہے جب تک عبداللہ کسی قابل نہیں ہو جاتا میں اپنی فیملی کو سپورٹ کرتی رہوں گی خواہ امی اور ابا کتنا بھی منع کریں مگر مجھے اپنے گھر کے حالات کا علم ہے، میں ان سے غافل نہیں رہ سکتی، آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا میرے اس عمل پر تو ٹھیک ہے ورنہ۔"

"ورنہ کیا؟"

"کوئی اور لڑکی ڈھونڈ لیجئے گا اپنے لئے۔"

"بہت ہی ظالم لڑکی ہو تم، تمہیں میری فیلنگو کا ذرا بھی احساس نہیں ہے کتنی آسانی سے کہہ دیا تم نے کہ کوئی اور لڑکی ڈھونڈ لینا، پانے سے پہلے کھونے کی باتیں کر کے میرا دل تو مت دکھاؤ بہت پیار کرتا ہوں تم سے اور تمہاری فیملی اب میری فیملی ہے، تم سے رشتہ جڑنے کے بعد ماں باپ، بھائی بہن جیسے پیارے رشتے مل جائیں گے مجھے، میں ان رشتوں کے لئے ترسا ہوا ہوں، میری زندگی ان خوبصورت رشتوں سے خالی ہے

"مغفرت"

ہماری پیاری مصنفہ مبشرہ ناز کی والدہ کی پہلی برسی مورخہ بائیس مارچ کو ہو گی اس موقعہ پر قارئین سے التماس ہے کہ مرحومہ کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کریں۔

میں تو بہت خوش ہوں یہ سوچ کر ہی کے مجھے یہ سب رشتے مل جائیں گے، مجھے تمہارے اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ میں خود تمہارے ساتھ مل کر ان سب کا خیال رکھوں گا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھوں گا اور مجھے جہیز بھی نہیں چاہیے میں اپنے زور بازو سے اپنی محنت سے کمانے کا عادی ہوں، مجھے صرف تمہارا ساتھ چاہیے تمہارا پیار چاہیے اور بس۔" محمد علی نے خلوص دل سے کہا وہ کتنا سچا اور بے کل تھا اسے پانے کے لئے زینب کو اس کے لہجے سے آنکھوں سے اس کا اندازہ ہو گیا تھا، اس کے لئے یہ احساس ہی بہت خوشگوار تھا کہ اتنا پیارا انسان اسے اتنی شدتوں کے ساتھ بے لوث چاہتا تھا، اسے اپنی زندگی کی ساتھی بنانا چاہتا تھا، وہ رب کے حضور دل ہی دل میں سجدہ ریز ہو گئی تھی کے جس نے اس کی زندگی میں محمد علی کو بھیجا تھا۔

"تھینکس علی، مجھے بس یہی کہنا تھا باقی جو امی ابا کا فیصلہ ہو۔" زینب نے نظریں جھکا کر مسکرا کر رسان سے کہا۔

"ہاں جی، اب تم بتاؤ میرا ساتھ دو گی؟" محمد علی نے شوخ لہجے میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں۔" زینب نے شرمیلے پن سے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ خوشی سے نہال ہوتے ہوئے پوچھ بیٹھا۔

"کب تک ساتھ دو گی میرا؟"

"جب تک ہے جان۔" زینب نے اس کے وجیہہ چہرے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے شرمیلے لہجے میں کہا تو اسے تو جیسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی تھی۔

"زینی۔" محمد علی کی خوشی اور دیوانگی دیدنی تھی، زینب نے شرما کر اسے دیکھا اور ہنستی ہوئی کچن سے باہر بھاگ گئی، وہ اس کی اس ادا پر خوشدلی ہنس پڑا اور تیزی سے خود بھی باہر نکلا تھا امی اور ابا سے شادی کی تاریخ بھی تو لینی تھی۔

☆☆☆